ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3914

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیۂ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: فضائل ومناقب صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم (3914) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (بوٹ: 5-9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1

سوال نمبر 1: اہلِ بیتِ اطہار اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا دینی مقام اور ان کے ادب کے وجوب کو تفصیلاً بیان کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

اہل بیت اور ازواج مطہرات کا موضوع اسلامی عقیدے، تاریخ اور اخلاق تینوں سے جڑا ہوا ہے۔ اہل بیت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اہل خانہ و اقرباء ہیں جن سے امت کو خصوصی محبت و احترام کا حکم دیا گیا، اور ازواج مطہرات سے مراد آپ کی وہ پاکیزہ بیویاں ہیں جنہیں قرآن نے امت کی مائیں قرار دیا۔ ان دونوں طبقات کا دینی مقام قرآن و سنت کی نصوص سے ثابت ہے، اور ان کے ادب کا وجوب بھی دلیل بیان کیا جاتا ہے کہ امت کے دلوں میں ان کی محبت برقرار رہے اور دین کی وہ روایت محفوظ رہے جو ان کے گھروں سے امت تک پہنچی۔ اس جواب میں پہلے اہل بیت کا مفہوم و دائرہ، پھر ازواج مطہرات کا مقام، پھر دونوں کے فضائل کی نصوص، اور آخر میں ادب کے وجوب کی وجوہ اور اس کے عملی تقاضے بیان کیے جائیں گے۔ یہ بحث خالصتاً تعلیمی ہے؛ اختلافی تاریخی واقعات پر کسی فریق کے خلاف حکم لگانا اس کا مقصد نہیں۔

اہل بیت کا مفہوم اور دائرہ

اہل بیت کے لفظی معنی گھر والے کے ہیں۔ اصطلاح میں اس کے دائرے پر علماء نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت تطہیر کے مفہوم کی روشنی میں ایک رائے کے مطابق اس سے مراد بنیادی طور پر ازواج مطہرات ہیں، کیونکہ آیت کا سیاق انہی کے خطاب میں آیا ہے۔ حدیث کساء کی روایات (صحیح مسلم) میں سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کو چادر میں لے کر ان کے لیے دعا فرمائی گئی، جس کی بنیاد پر دوسری رائے ان حضرات کو اہل بیت کا مرکزی حصہ مانتی ہے۔ تیسری جامع رائے یہ ہے کہ اہل بیت کا دائرہ وسیع ہے جس میں ازواج مطہرات، بنو ہاشم و بنو مطلب کے مومن اقرباء اور خصوصاً پنجتن پاک سب شامل ہیں۔ طالب علم کے لیے درست رویہ یہ ہے کہ ان آراء کو ان کے دلائل کے ساتھ علمی احترام سے پڑھا جائے اور کسی ایک رائے کی بنیاد پر دوسری محترم ہستیوں کی محبت میں کمی نہ کی جائے۔

امت کے مجموعی مزاج میں اہل بیت سے محبت ایمان کا جزو سمجھی گئی ہے۔ اہل سنت کے تمام بڑے ائمہ نے اہل بیت کی محبت کو اپنے عقیدے میں شامل رکھا اور ان کے فضائل پر مستقل کتابیں لکھیں۔ اسی لیے اس موضوع کی تعلیم کا مقصد دلوں کو جوڑنا ہے، تقسیم کرنا نہیں۔

ازواج مطہرات کا دینی مقام

قرآن مجید نے ازواج مطہرات کو امہات المؤمنین یعنی مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے (سورۃ الاحزاب: 6 کا مفہوم)۔ اس خطاب کے دو پہلو ہیں: ایک یہ کہ ان کا احترام ماں کی طرح واجب ہے، دوسرا یہ کہ ان سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام قرار پایا۔ سورۃ الاحزاب ہی میں ان کے لیے دوہرے اجر کی بشارت اور بے مثال مقام کا ذکر آیا ہے، بشرطیکہ وہ اللہ و رسول کی اطاعت پر قائم رہیں (آیات 30 تا 32 کا مفہوم)۔ ان کے گھروں میں وحی نازل ہوتی رہی، اس لیے ان کے حجرے دین کی پہلی درس گاہیں بھی تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمات، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماسوا ان کی موجودگی، اور دیگر ازواج کی عبادت و سخاوت، ہر ایک اپنے اپنے باب میں امت کے لیے نمونہ ہے۔

سیرت کے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ امت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی، اخلاق، عبادات اور سب سے مستند روایت ازواج مطہرات ہی کے ذریعے پہنچی۔ نماز، روزہ، گھریلو معاملات، غسل و طہارت کے مسائل اور آپ کے شب بیداری کے احوال زیادہ تر انہی کی روایتوں سے ثابت ہیں۔ اس اعتبار سے ازواج مطہرات محض قابل احترام ہستیاں نہیں بلکہ دین کی بنیادی راوی اور معلمہ بھی ہیں۔

قرآن و سنت میں اہل بیت کے فضائل

قرآن مجید میں اہل بیت کے لیے خصوصی فضائل کے اشارے موجود ہیں۔ آیت تطہیر میں اللہ کی یہ مشیت بیان ہوئی ہے کہ وہ اہل بیت سے ہر قسم کی آلائش دور رکھے اور انہیں خوب پاکیزہ کرے (سورۃ الاحزاب: 33 کا مفہوم)۔ آیت مودت میں سچی محبت کو قرابت کی پاسداری سے جوڑا گیا ہے (سورۃ الشوریٰ: 23 کے مفہوم پر علماء کی تفاسیر)۔ سورۃ آل عمران میں مباہلے کے واقعے کے تناظر میں آنے والے اہل خانہ کا ذکر بھی اسی ضمن میں پڑھایا جاتا ہے۔ احادیث میں حدیث ثقلین کا مفہوم مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو وزنی چیزوں کی پاسداری کی وصیت فرمائی: کتاب اللہ اور اہل بیت (صحیح مسلم)۔ اس وصیت کا سادہ مطلب یہ ہے کہ قرآن سے تمسک کے ساتھ اہل بیت کی محبت و پیروی بھی دین کا حصہ ہے۔

انفرادی فضائل میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی عورتوں کی سردار قرار دینے کی روایت (صحیح بخاری کا مفہوم)، حسنین کریمین کے بارے میں جنت کے نوجوانوں کی سرداری اور آپ کی ان سے بے پناہ محبت کی روایات، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مناقب کی بڑی تعداد شامل ہے۔ یہ تمام فضائل امت کو ورثے میں ملے ہیں اور ان کا بیان مجلسوں کی زینت رہا ہے۔

جدول 1: ادبِ اہل بیت و ازواج کے عملی تقاضے

دلیل کا خلاصہ	صورت	تقاضا
حدیث ثقلین کی وصیت اور قرآنی رہنمائی	دل میں ان کا احترام و لگاؤ رکھنا	محبت
ازواج کو امت کی مائیں قرار دیا گیا	ذکر ہمیشہ ادب اور دعائیہ کلمات کے ساتھ کرنا	احترامِ زبان
وہ دین کی اولین راوی و معلم جماعت ہیں	ان کی سیرت و اقوال سے رہنمائی لینا	پیروی
تمام بزرگوں کا احترام امت کا متفقہ اصول ہے	اختلافی واقعات میں اعتدال اور حسنِ ظن رکھنا	انصافِ تاریخ
نماز کے تشہد میں آل پر درود کی تعلیم	ان کے لیے رضائے الٰہی کی دعا کرنا	دعائے خیر

ادب کے وجوب کی وجوہ

ان کے ادب کا وجوب کئی وجوہ سے ثابت ہوتا ہے۔ اولاً قرآنی حکم: جب قرآن کسی جماعت کو امت کی مائیں اور اہل بیت کہے تو ان کا احترام ایمان کا تقاضا بن جاتا ہے۔ ثانیاً نبوی وصیت: حدیث ثقلین اور متعدد ارشادات میں ان کی پاسداری کی خاص تاکید ہے۔ ثالثاً دینی خدمت: ان ہستیوں نے دین کی حفاظت و اشاعت میں قربانیاں دیں، اور خدمت گزار کا احترام اخلاقی فریضہ بھی ہے۔ رابعاً عملی ضرورت: اگر ان ذرائع روایت کی توقیر ختم ہو جائے تو دین کی مستند روایت پر اعتماد متزلزل ہو گا، لہٰذا ان کا ادب درحقیقت دین کی حفاظت کا حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز میں آل محمد پر درود ہر مسلمان کی عبادت میں شامل کر دیا گیا، تاکہ یہ محبت روزانہ تازہ ہوتی رہے۔

ادب کا تقاضا صرف زبان تک محدود نہیں۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کے ناموں کے ساتھ ہمیشہ رضی اللہ عنہ اور دعائیہ کلمات کہے جائیں، ان کی طرف بے ثبوت باتیں منسوب نہ کی جائیں، ان کی سیرت پڑھی اور پڑھائی جائے، اور ان کے بارے میں گفتگو میں وہی اعتدال اپنایا جائے جو علماء امت کا شیوہ رہا ہے۔ جہاں تاریخی اختلافات آئیں وہاں سکوت و ادب کو ترجیح دینا اور کسی کے بارے میں قطعی انجام کا فیصلہ دینا، یہ دونوں رویے اسی ادب کی عملی صورتیں ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اہل بیت اطہار اور ازواج مطہرات امت کے وہ چراغ ہیں جن کا مقام قرآن کی تصریحات، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیتوں اور ان کی عظیم دینی خدمات سے ثابت ہے۔ امت کی ماؤں اور اہل بیت کی محبت ایمان کا جزو، ان کا ادب دینی فریضہ اور ان کی سیرت سے پیروی کامیابی کا راستہ ہے۔ اس موضوع کے مطالعے سے طالب علم کو جو سبق ملتا ہے وہ اتحاد کا ہے: صحابہ، اہل بیت اور ازواج، سب کا احترام ایک ہی ایمان کے مختلف مگر باہم جُڑے ہوئے پہلو ہیں، اور کسی ایک کی محبت دوسرے کے احترام کو کم نہیں کرتی۔

سوال نمبر 2

سوال نمبر 2: مہاجرین صحابہ کے قرآن وحدیث میں مذکور فضائل کو مختصر بیان کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

مہاجرین سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے اپنا وطن مکہ اور دیگر علاقے چھوڑے، مال و جائیداد اور خاندان کی قربانی دی اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اسلام میں ہجرت محض سفر کا نام نہیں بلکہ ایمان کی سب سے بڑی عملی گواہی ہے، کیونکہ مہاجر نے اس چیز کو چھوڑا جو انسان کو سب سے عزیز ہوتی ہے: وطن، گھر اور

اپنائش۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے مہاجرین کے فضائل جابجا بیان فرمائے اور احادیث میں ان کے درجات کی وضاحت آئی۔ اس جواب میں مہاجرین کی تعریف و اقسام، قرآنی فضائل، حدیثی مناقب اور ان کی قربانیوں کے اہم پہلو مختصر مگر جامع انداز میں پیش کیے جاتے ہیں۔

مہاجرین کی تعریف اور اقسام

اصطلاح میں مہاجر وہ صحابی ہے جو کفر کے علاقے سے ایمان کی خاطر ہجرت کر کے مدینہ پہنچا۔ اس سفر میں سب سے مشہور ہجرت مدینہ کی طرف ہوئی، مگر اس سے پہلے حبشہ کی طرف بھی دو ہجرتیں ہوئیں جن میں شریک صحابہ بھی ہجرت کے ثواب میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔ مہاجرین میں قریش کے اولین مسلمان نمایاں ہیں، نیز دیگر قبائل سے آنے والے بھی اس جماعت کا حصہ ہیں۔ فتح مکہ کے بعد اس عمومی ہجرت کا سلسلہ ختم ہو گیا، کیونکہ مکہ دارالاسلام بن گیا؛ روایات میں اس مفہوم کی حدیث بھی مشہور ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی البتہ جہاد و نیت باقی ہے (صحیح بخاری و مسلم)۔ تاریخی طور پر مہاجرین کو ان کی سبقت کے لحاظ سے بھی دیکھا جاتا ہے: ہجرت حبشہ والے، بدر سے پہلے کے مہاجر، اور فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنے والے سب اسی فضیلت کے مختلف درجات میں آتے ہیں۔

قرآن مجید میں مہاجرین کے فضائل

قرآن مجید نے مہاجرین کی فضیلت متعدد سورتوں میں بیان کی ہے۔ سورۃ التوبہ میں سب سے نمایاں ذکر یہ ہے کہ مہاجرین و انصار میں سبقت کرنے والوں سے اللہ راضی ہوا اور انہوں نے اللہ سے رضا پائی، اور ان کے لیے ایسی جنتیں تیار ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں (آیت 100 کا مفہوم)۔ سورۃ الحشر میں مہاجرین کو سچے قرار دیتے ہوئے ان کی حالت بیان ہوئی ہے کہ وہ اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے تھے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے تھے (آیت 8 کا مفہوم)۔ سورۃ النحل میں یہ خوشخبری دی گئی کہ جنہوں نے ستائے جانے کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت کی، انہیں دنیا میں بھی اچھا ٹھکانا ملے گا اور آخرت کا اجر اس سے بڑا ہے (آیت 41 کا مفہوم)۔

سورۃ الانفال میں ایمان، ہجرت اور راہ خدا میں کوشش کرنے والوں کو حقیقی مومن اور ان کے لیے مغفرت و عزت کے رزق کا وعدہ بیان ہوا ہے (آیت 74 کا مفہوم)۔ سورۃ آل عمران میں ان لوگوں کے اجر کے ضائع نہ ہونے کا اعلان ہے جنہوں نے ہجرت کی، گھروں سے نکالے گئے اور اللہ کی راہ میں ستائے گئے (آیت 195 کا مفہوم)۔ ان آیات

کے مجموعے سے مہاجرین کی چار خصوصی فضیلتیں سامنے آتی ہیں: اللہ کی رضا، سچائی کا خطاب، مغفرت و جنت کا وعدہ، اور دنیا و آخرت دونوں میں اجر کی ضمانت۔ یہ فضائل محض تاریخی تمغے نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے یہ پیغام ہیں کہ دین کی خاطر برداشت کی گئی ہر قربانی اللہ کے ہاں محفوظ ہے۔

احادیث میں مہاجرین کے مناقب

احادیث نبوی میں مہاجرین کے مناقب انفرادی و اجتماعی دونوں صورتوں میں وارد ہیں۔ خیر القرون کی حدیث (صحیح بخاری و مسلم) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو بہترین زمانہ قرار دیا گیا جس کے مرکزی کردار مہاجرین و انصار ہی تھے۔ ہجرت کی نیت و مقام کے بارے میں وہ مشہور حدیث بھی اسی باب سے تعلق رکھتی ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی، جس کی ہجرت اللہ و رسول کے لیے ہو گی اس کی ہجرت انہی کے لیے شمار ہو گی (صحیح بخاری و مسلم)۔ یہ حدیث مہاجرین کی اس قربانی کو اخلاص کے سب سے بڑے معیار کے طور پر پیش کرتی ہے۔

انفرادی مناقب میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غار کی رفاقت، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اعلانیہ ہجرت، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی دو ہجرتوں کی شرکت، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بستر نبوی پر سو کر دی گئی جان نثاری، اور دیگر مہاجر بزرگوں کی خدمات احادیث و سیرت کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہاجرین کے ساتھ خصوصی لگاؤ، ان کی دل جوئی اور ان کے لیے دعائیں بھی روایات کا مستقل باب ہیں۔ مدینہ میں مؤاخات کے نظام کے ذریعے ان کی آبادکاری درحقیقت ان کے مرتبے کا عملی اعتراف تھا۔

جدول 2: مہاجرین کے قرآنی فضائل ایک نظر میں

مفہوم کا خلاصہ	بیان کردہ فضیلت	سورۃ و حوالہ
سبقت کرنے والے مہاجر اللہ کے پسندیدہ ہیں	اللہ کی رضا اور جنت کی بشارت	التوبہ: 100
مہاجرین صادق قرار دیے گئے	سچائی اور اللہ کی رضا کی طلب	الحشر: 8

قربانی کا صلہ دونوں جہانوں میں	دنیا میں اچھا ٹھکانا اور بڑا اجر	النحل: 41
ہجرت ایمان کی عملی تکمیل ہے	حقیقی ایمان، مغفرت اور عزت کا رزق	الانفال: 74
کوئی قربانی اللہ کے ہاں رائیگاں نہیں	عمل کے ضائع نہ ہونے کی ضمانت	آل عمران: 195

مہاجرین کی قربانیاں اور اسباق

فضائل کے ساتھ مہاجرین کی قربانیوں کی تصویر بھی سامنے رکھنی چاہیے تاکہ ان کے مرتبے کی وجہ واضح ہو۔ صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے اپنا پورا مال دے کر جان بچائی اور مدینہ پہنچے، جس پر انہیں کامیاب سودے کی بشارت ملی (سیرت کی مشہور روایت)۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے نعمتوں بھری زندگی چھوڑ کر مدینہ کے معلم کی سخت زندگی اختیار کی اور احد میں شہید ہوئے۔ قرآن خوان صحابہ نے بئر معونہ جیسے حادثات میں جانیں دیں۔ مہاجر خواتین میں سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی غار کی خدمت اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی تنہا ہجرت اس جماعت کی ہمہ گیری بتاتی ہیں۔ ان قربانیوں سے آج کے دور کے اسباق یہ ہیں: مال و وطن کی محبت ایمان پر غالب نہ آئے، مشکل میں استقامت اختیار کی جائے، اور نقل مکانی یا آزمائش کو دینی ترقی کا ذریعہ سمجھا جائے۔

نتیجہ

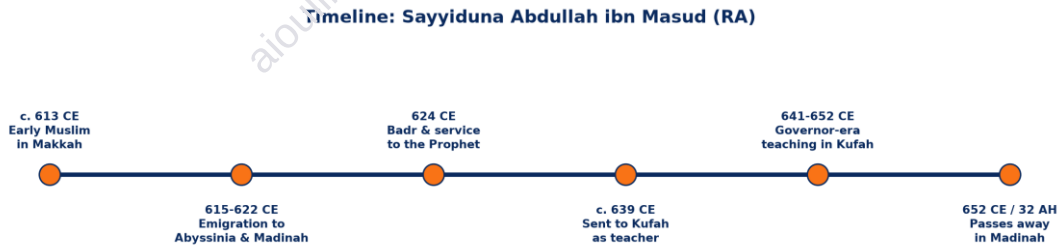
مختصر نتیجہ یہ ہے کہ مہاجرین وہ جماعت ہے جس کے لیے قرآن نے اللہ کی رضا، سچائی، مغفرت اور جنت کی بشارتیں بیان کیں اور احادیث نے ان کے اخلاص و قربانی کو امت کے لیے معیار بنایا۔ ان کی فضیلت کا راز ان کی اس قربانی میں ہے کہ انہوں نے اللہ کی رضا کو دنیا کی ہر عزیز چیز پر مقدم رکھا۔ ان کے ذکر سے دلوں میں یہ جذبہ پیدا ہونا چاہیے کہ ایمان محض زبان کا دعویٰ نہیں بلکہ عمل و قربانی کا نام ہے۔

سوال نمبر 3

سوال نمبر 3: علم فقہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمات کا مفصل جائزہ لیں۔ (20 نمبر)

تعارف

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ کے ان ممتاز ترین افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے قرآن، حدیث اور فقہ تینوں میدانوں میں امت کی رہنمائی کی۔ آپ کا قد چھوٹا مگر علم کا پہاڑ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا طویل موقع آپ کو حاصل ہوا۔ آپ قرآن کے بڑے حافظ و قاری تھے، اور کوفہ کی فقہی مدرسہ فکر کے بانی آپ ہی سمجھے جاتے ہیں، جس سے بعد میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک پہنچنے والی فقہی روایت نے نمو پائی۔ اس جواب میں آپ کے تعارف، قرآن و حدیث کی خدمات کے پس منظر، فقہی منہج، کوفہ کی درس گاہ، مشہور فقہی مسائل میں آپ کے مواقف اور بعد کے ادوار پر آپ کے اثرات کا مفصل جائزہ لیا جائے گا



شکل 1: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زندگی کا زمانی خاکہ

تعارف اور علمی مقام

آپ کا تعلق قبیلہ ہذیل سے تھا۔ آپ اولین مسلمانوں میں سے ہیں، بعض روایات کے مطابق چھٹے نمبر پر ایمان لانے والوں میں آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ آپ نے حبشہ کی ہجرت میں شرکت کی، پھر مدینہ آئے اور بدر سمیت تمام بڑے غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ کا سب سے بڑا اعزاز یہ تھا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے: جوتے، مسواک اور بستر کی خدمت آپ کے سپرد تھی، اس لیے آپ کو صاحب النعلین والوسادہ کہا جاتا ہے۔ اس خدمت کی بدولت آپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو

بیرونی زندگی کو قریب سے دیکھا، جس سے آپ کی فقاہت میں وہ عملی بصیرت آئی جو کتابی علم سے حاصل نہیں ہوتی۔ روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو قرآن چار افراد سے سیکھنے کی طرف اشارہ فرمایا جن میں ابن مسعود کا نام سرفہرست ہے (صحیح بخاری و مسلم کا مفہوم)۔

آپ کے علم کی گواہی دیگر صحابہ نے بھی دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کو علم کا چھوٹا سا برتن جو علم سے بھرا ہوا ہے کہتے تھے (روایات کا مفہوم)۔ آپ کی حدیثوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے اور آپ کے فتاویٰ کا ذخیرہ کتب فقہ میں بکھرا ہوا ہے۔ سیرت کا یہ پہلو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ میں سب سے پہلے کھل کر قرآن کی تلاوت کرنے کی جرات بھی آپ ہی نے کی تھی، جس پر آپ کو سخت اذیت بھی سہنا پڑی۔

قرآن و حدیث کی بنیاد پر فقہی تربیت

آپ کی فقہ کی جڑ آپ کی قرآنی مہارت میں تھی۔ آپ نے ستر سے زائد سورتیں براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر سیکھیں اور آپ اس بات کے مشہور عالم تھے کہ کون سی آیت کہاں اور کس سلسلے میں نازل ہوئی۔ اسباب نزول کا یہ علم فقہی استنباط میں فیصلہ کن اہمیت رکھتا ہے کیونکہ حکم کے عمل منظر سے اس کی اصل علت سامنے آتی ہے۔ حدیث کے معاملے میں آپ بہت محتاط تھے: روایت میں کمی بیشی کے خوف سے آپ الفاظ کی حفاظت میں سخت احتیاط کرتے اور اکثر لینے دینے میں ٹھہر ٹھہر کر بیان کرتے تھے۔ یہ احتیاط بعد میں کوفہ کے پورے فقہی و حدیثی مزاج کی پہچان بنی۔

کوفہ کی درس گاہ اور فقہی روایت کی تاسیس

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو لکھا کہ میں نے تمہارے پاس ابن مسعود کو معلم بنا کر بھیجا ہے اور اس معاملے میں تمہیں خود پر ترجیح دی ہے (روایات کا مفہوم)۔ کوفہ اس وقت نئی اسلامی آبادی اور مختلف قوموں کا ملاپ گاہ تھی، جہاں روز نئے مسائل پیش آتے تھے۔ آپ نے وہاں باقاعدہ حلقہ درس قائم کیا، قرآن کی قراءت، تفسیر اور فقہ کی تعلیم دی اور طلبہ کی ایک ایسی نسل تیار کی جو خود آگے چل کر استاد بنے۔ آپ کے ممتاز شاگردوں میں علقمہ بن قیس، اسود بن یزید، مسروق بن اجدع، عبیدہ

سلمانی اور قاضی شریح شامل ہیں۔ یہیں سے آگے ابراہیم نخعی اور حماد بن ابی سلیمان کے ذریعے یہ سلسلہ امام ابو حنیفہ تک پہنچا، اس لیے فقہ حنفی کی اساسی روایت میں ابن مسعود کا فیضان مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

جدول 3: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہی خدمات کے اجزاء

شعبہ	خدمت	اثر
قراءت و تفسیر	قرآن کی تدریس اور اسباب نزول کی معرفت	کوفہ کی قراءت آپ ہی سے منسوب ہوئی
حدیث	احتیاط کے ساتھ روایت و تعلیم	روایت میں تدقیق کا مزاج پروان چڑھا
فتویٰ و قضاء	روزمرہ مسائل میں رہنمائی	کوفہ عراق کا فقہی مرکز بنا
تربیت طلبہ	علقمہ، اسود، مسروق جیسے شاگردوں کی تیاری	فقہ کی نسل در نسل منتقلی ممکن ہوئی
اجتہاد	قرآن و سنت کی روشنی میں قیاس و رائے کا منضبط استعمال	جدید مسائل کے حل کا منہج مستحکم ہوا

فقہی منہج کی خصوصیات

آپ کے فقہی منہج کی چند خصوصیات نمایاں ہیں۔ پہلی خصوصیت کتاب و سنت کی مکمل پاسداری ہے: جہاں نص موجود ہو وہاں آپ رائے کو جگہ نہیں دیتے تھے۔ دوسری خصوصیت منضبط اجتہاد ہے: نص نہ ہونے پر آپ قرآن کے عمومی اصولوں، سنت کے مزاج اور صحابہ کے فیصلوں کی روشنی میں قیاس کرتے۔ تیسری خصوصیت مقاصد کا لحاظ ہے: آپ حکم کی علت و حکمت کو دیکھ کر فیصلہ کرتے، جس کی مثالیں آپ کے فتاویٰ میں بکثرت ملتی ہیں۔ چوتھی خصوصیت عملی سہولت و احتیاط کا توازن ہے: عوام کے مسائل میں آپ سخت گیری کے بجائے وہ راستہ اختیار کرتے جو شریعت کے حدود میں آسانی پیدا کرے۔ فقہی تاریخ میں آپ کا موقف کئی مشہور مسائل میں نمایاں ہے، مثلاً بعض

عبادات و معاملات کے جزوی مسائل میں آپ کی رائے آج بھی کتب فقہ میں حوالے کے طور پر نقل ہوتی ہے۔ ان جزئی اختلافی مسائل کی تفصیل میں جانا اس گائیڈ کے مختصر فریم سے باہر ہے؛ یہاں مقصد آپ کے منہج کی پہچان ہے، نہ کہ کسی جزئی مسئلے میں قطعی فیصلہ سنانا، جس کا اختیار اہل علم و تحقیق کو حاصل ہے۔

بعد کے ادوار پر اثرات

آپ کی فقہی خدمات کا اثر صرف کوفہ تک محدود نہ رہا۔ عراق کی نفہی روایت، جو بعد میں عالم اسلام کے بڑے حصے میں پھیلی، اس کی بنیاد آپ ہی کی تدریس پر قائم ہوئی۔ فقہ کے چاروں مکاتب فکر کسی نہ کسی درجے میں آپ کے اقوال سے استفادہ کرتے ہیں، اور اصرار فقہ کی کتابوں میں صحابی کے قول کی حجیت کی بحث میں آپ کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ تفسیر کے میدان میں بھی آپ کی روایات کتب تفسیر کا نمایاں حصہ ہیں۔ آپ کی وفات 32 ہجری میں مدینہ میں ہوئی اور آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ مختصر عمر کے باوجود آپ نے وہ علمی سرمایہ چھوڑا جس پر صدیوں کی فقہی عمارت کھڑی ہوئی۔

نتیجہ

مفصل جائزے کا نتیجہ یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہی خدمات چار ستونوں پر قائم ہیں: قرآن کی گہری معرفت، سنت کی قریبی صحبت، کوفہ میں منظم تعلیم و تربیت، اور منضبط اجتہاد کا منہج۔ ان خدمات نے عراق کو علم کا مرکز بنایا اور امت کو وہ فقہی روایت دی جو آج تک جاری ہے۔ طالب علم کے لیے سبق یہ ہے کہ فقہ محض کتابی علم نہیں بلکہ قرآن سے قرب، استاد کی صحبت اور امت کی خدمت کے جذبے کا مجموعہ ہے، جس کی بہترین مثال آپ کی ذات ہے۔

سوال نمبر 4

سوال نمبر 4: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی، دینی اور تدریسی خدمات ذکر کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسلام کی تاریخ کی وہ عظیم خاتون ہیں جن کے بغیر امت کا علمی ذخیرہ نامکمل رہ جاتا۔ آپ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور صحابہ کے بڑے بڑے علماء کی استاد ہیں۔ آپ کی ذہانت، حافظہ، فصاحت اور فقاہت نے انہیں اس مقام پر پہنچایا کہ اکابر صحابہ پیچیدہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اس جواب میں آپ کی شخصیت کا مختصر تعارف، آپ کی علمی خدمات، دینی خدمات اور تدریسی انداز و اثرات تفصیل سے بیان کیے جائیں گے، تاکہ یہ واضح ہو کہ اسلامی علم کی منتقلی میں خواتین کا کردار کس قدر بنیادی رہا ہے۔



شکل 2: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا زمانی خاکہ

شخصیت اور علمی ماحول

آپ کی پیدائش مکہ میں ہوئی اور بچپن ہی سے آپ کا ماحول علم و ایمان سے بھرپور تھا۔ آپ کے والد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انساب و تاریخ عرب کے ماہر تھے، جس کا اثر آپ کی غیر معمولی معلومات و حافظے میں نظر آتا ہے۔ شادی کے بعد آپ کا حجرہ مسجد نبوی سے متصل تھا؛ اسی حجرے میں وحی نازل ہوتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی کی ہر تفصیل آپ کے مشاہدے میں رہی، اور آپ کی وفات کے بعد بھی یہی حجرہ امت کی درس گاہ بن گیا۔ آپ کو کم عمری میں غیر معمولی ذہانت کی بدولت مشکل مسائل سمجھنے اور یاد رکھنے کی خاص صلاحیت حاصل تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا اسے کبھی بھلایا نہیں، اور جس بات میں شبہ ہوتا فوراً دریافت کر لیتی تھیں؛ یہی سوال کرنے کی عادت آج بھی ہر طالب علم کے لیے نمونہ ہے۔

علمی خدمات: حدیث، فقہ و تفسیر

آپ کی سب سے بڑی علمی خدمت حدیث کی روایت ہے۔ آپ سے روایت کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار سے زائد بتائی جاتی ہے اور آپ کا شمار کثرت سے روایت کرنے والے صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ کی روایات میں وہ خانگی و عبادتی زندگی شامل ہے جس تک کسی اور کی رسائی نہ تھی: وضو و غسل کے مسائل، نماز و روزے کی تفصیلات، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی عبادت، اخلاق و سلوک اور گھریلو معاملات، یہ سب آپ ہی کی بدولت امت تک پہنچے۔ فقہ میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ بڑے صحابہ بھی مسائل میں آپ سے رجوع کرتے تھے؛ مشہور تابعی عروہ بن زبیر کی روایت کا مفہوم ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہ سے بڑھ کر قرآن، فرائض، حلال و حرام اور شعر و انساب کا عالم کسی کو نہیں پایا۔ تفسیر میں آپ سے متعدد آیات کی تشریحات منقول ہیں، اور آپ قرآنی آیات کے مفاہیم کو اوضاعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست مشاہدے کو بنیاد بناتی تھیں۔

آپ کی علمی خدمات کا ایک انوکھا پہلو تصحیح و تنقید بھی ہے۔ بعض اوقات صحابہ کی کسی روایت کی سمجھ میں اگر کوئی غلط فہمی پیدا ہوتی تو آپ اصل واقعے کی وضاحت کر کے اسے دور فرما دیتیں؛ اس موضوع پر امام زرکشی نے باقاعدہ کتاب لکھی جس میں ان مواقع کو جمع کیا گیا جہاں سیدہ عائشہ نے دیگر صحابہ کی روایتی فہم کی اصلاح فرمائی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ محض راوی نہیں بلکہ ناقد و محقق بھی تھیں، اور آپ کی یہ خدمت حدیث کے ذخیرے کی درستی کی ضمانت بنی۔ طب، شعر اور تاریخ میں بھی آپ کی معلومات کی تعریف اہل علم نے کی ہے۔

جدول 4: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمات کے میدان

میدان	نمایاں خدمت	امت کو فائدہ
حدیث	دو ہزار سے زائد روایات کی منتقلی	خانگی و عبادتی سنتوں کا مستند ذخیرہ ملا
فقہ	اکابر صحابہ کی رہنمائی و فتاویٰ	پیچیدہ مسائل کے حل کی روایت قائم ہوئی

قرآن کی فہم مشاہدے کی بنیاد پر ملی	آیات کی عملی تشریح	تفسیر
حدیثی ذخیرے کی درستی محفوظ رہی	غلط فہمیوں کی اصلاح	تصحیح روایت
علم کی منتقلی کی نسل تیار ہوئی	مرد و خواتین طلبہ کی مسلسل تربیت	تدریس

دینی خدمات

دینی میدان میں آپ کی خدمات وسیع ہیں۔ سب سے پہلے تو آپ کی ذات خود عبادت و زہد کا نمونہ تھی: روزوں کی کثرت، رات کی عبادت، سخاوت اور دنیا سے بے رغبتی آپ کے معروف اوصاف ہیں۔ بڑی بڑی رقوم آپ کے پاس آتیں مگر آپ اسی دن مستحقین میں تقسیم کر دیتیں۔ دوم: آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً نصف صدی تک امت کی دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا؛ ہر دور کے خلفاء و صحابہ آپ سے مشورہ و استفادہ کرتے رہے۔ سوم: خواتین کی دینی تعلیم میں آپ کا کردار بے مثال ہے: ازواج و صحابیات اور بعد کی نسلوں کی خواتین نے خواتین کے خصوصی مسائل آپ ہی سے سیکھے، اور یہ سلسلہ آج بھی فقہ کی کتابوں میں آپ کی روایات کی صورت زندہ ہے۔ چہارم، جہاں کسی واقعے میں غلط بیانی پھیلنے کا خدشہ ہوا، آپ نے حقائق کی وضاحت کر کے امت کو فتنے سے بچایا؛ یہ بھی آپ کی بڑی دینی خدمت ہے۔

تدریسی خدمات اور طریقہ تدریس

آپ کا حلقہ درس مدینہ کی سب سے بڑی درس گاہوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے شاگردوں میں آپ کے بھانجے عروہ بن زبیر اور قاسم بن محمد جیسے فقہائے مدینہ، عمرہ بنت عبدالرحمٰن جیسی محدثہ اور دیگر کئی ممتاز تابعین شامل ہیں۔ آپ کا طریقہ تدریس نہایت موثر تھا: سوال کرنے والے کو پورا جواب دیتیں، مسئلے کی بنیاد قرآن و سنت سے بتاتیں، مثالوں سے بات واضح کرتیں، اور جب تک پوچھنے والا مطمئن نہ ہو جاتا سمجھاتی رہتیں۔ خواتین کی تعلیم کے لیے پردے کا اہتمام بھی ہوتا تھا، جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ دینی تعلیم ہر طبقے تک پہنچانا آپ کا مستقل مشغلہ تھا۔ آپ کی وفات 58 ہجری میں مدینہ میں ہوئی اور آپ جنت البقیع میں دفن ہوئیں، مگر آپ کی درس گاہ آپ کے شاگردوں کے ذریعے صدیوں جاری رہی۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت علم، دین اور تدریس کا مکمل نمونہ ہے: آپ راویہ بھی ہیں، فقیہہ بھی، مفسرہ بھی اور معلمہ بھی۔ امت کے آدھے دینی ذخیرے کی منتقلی میں آپ کا حصہ اتنا بڑا ہے کہ علماء نے بجا طور پر کہا کہ اگر امت کی تمام خواتین کا علم جمع کیا جائے تو آپ کا علم اس پر فائق رہے گا (اہل علم کے اقوال کا مفہوم)۔ آج کے طالب علم، خصوصاً طالبات کے لیے آپ کی زندگی یہ پیغام دیتی ہے کہ حصول علم کے لیے غیر معمولی ذہانت سے زیادہ اہم مسلسل محنت، سوال کرنے کی عادت اور سیکھ کر آگے سکھانے کا جذبہ ہے۔

سوال نمبر 5

سوال نمبر 5: صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم کے انفاق فی سبیل اللہ اور رفاہی کارناموں کی وضاحت کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

انفاق فی سبیل اللہ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے اور صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم نے اس تعلیم کو اپنی زندگیوں میں اس طرح زندہ کر کے دکھایا کہ تاریخ میں اس کی مثال کم ملتی ہے۔ انفاق سے مراد اللہ کی رضا کے لیے مال خرچ کرنا ہے، خواہ وہ جہاد و دعوت کی تیاری ہو، مساکین و یتامیٰ کی کفالت ہو، یا مساجد و مدارس جیسے دائمی رفاہی ادارے ہوں۔ صحابہ کے انفاق کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اخلاص، فوری عمل اور بعض اوقات ضرورت سے بڑھ کر ایثار کی کیفیت نظر آتی ہے۔ اس جواب میں انفاق کا قرآنی تصور، نمایاں صحابہ و صحابیات کے کارنامے، انفاق کی مختلف صورتیں اور ان رفاہی اقدامات کے سماجی اثرات کی وضاحت کی جائے گی۔

انفاق کا قرآنی تصور اور صحابہ کی تعلیم

قرآن مجید نے انفاق کو ایمان کی علامت قرار دیا اور اسے اللہ کے ساتھ سودے کی زبان میں بیان کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو مال و جان اللہ کی راہ میں لگے گا اس کا بدلہ جنت ہے۔ کھجور کی مثال سے یہ اصول بھی بیان ہوا کہ تھوڑی سی نیکی اللہ کے ہاں بڑھتی رہتی ہے (سورۃ البقرہ کی متعلقہ آیات کا عمومی مفہوم)۔ صدقے کے اجر کے سات سو گنا تک بڑھنے کی مثال بھی قرآن میں مذکور ہے (سورۃ البقرہ: 261 کا مفہوم)۔ صحابہ کرام نے یہ آیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سنیں اور فوراً عمل میں بدل دیا۔ ان کی تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کی معیشت میں سخاوت گردش کرتی رہی اور کوئی مستحق عادتاً خالی ہاتھ نہ لوٹا۔ نوٹ رہے کہ انفاق کے فوائد و احکام کی یہ بحث تعلیمی ہے؛ موجودہ دور میں زکوٰۃ و صدقات کے جزئی شرعی فیصلے اہل علم سے حاصل کرنے چاہئیں۔

نمایاں صحابہ کے انفاق کے کارنامے

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انفاق کی سب سے مشہور مثال غزوہ تبوک کی تیاری ہے جب آپ اپنا پورا مال لے آئے اور گھر والوں کے لیے اللہ و رسول کا نام کافی قرار دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسی موقع پر آدھا مال لائے اور خود فرماتے تھے کہ وہ ابو بکر سے سبقت نہیں لے سکے (روایات کا مفہوم)۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کارنامے تو ضرب المثل ہیں: تبوک کے موقع پر سیکڑوں اونٹ، گھوڑے اور ہزاروں دینار پیش کیے، بئر رومہ یعنی مدینہ کا اہم کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا، اور قحط کے سال میں شام سے آیا ہوا غلے کا قافلہ اللہ کی راہ میں دے دیا۔ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تجارتی آمدنی کا بڑا حصہ انفاق میں جاتا تھا اور ان کے قافلوں کی آمد مدینہ بھر کی ضرورت پوری کر دیتی تھی۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت بھی مشہور ہے اور انصار میں سے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا پسندیدہ باغ بیر حاء اللہ کی راہ میں دے دیا، جس کا ذکر صحیح بخاری میں آتا ہے۔

عام صحابہ کی مثالیں بھی کم روشن نہیں۔ ایک انصاری کا رات کو کھجوروں کا ٹوکرا لا کر رکھ دینا اور دوسروں کا اس کی پیروی میں حسب توفیق خرچ کرنا تبوک کی تیاری کا مشہور واقعہ ہے جس میں یہ ثابت ہوا کہ انفاق میں مقدار سے زیادہ دل کی کیفیت دیکھی جاتی ہے۔ مزدوری کر کے کمائی دینے والوں کی بھی قرآن نے قدر دانی کی۔ یوں صحابہ کے انفاق کا نقشہ امیر و غریب سب کو شامل ہے: کسی نے سارا مال دیا، کسی نے آدھا، کسی نے ایک دن کی مزدوری؛ مگر سب نے پیش قدمی کی۔

جدول 5: صحابہ و صحابیات کے انفاق کی صورتیں

مقصد	مثال	صورت
دین کی حفاظت و سربلندی	تبوک کے موقع پر ابو بکر، عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کا سرپٹ	جنگی تیاری میں انفاق
دائمی صدقہ جاریہ	بئر رومہ کی خرید و وقف، باغ بیرحاء کا طیبہ	وقف
سماجی تحفظ	یتامیٰ و مساکین کی مستقل مدد	کفالت
بھائی چارے کا استحکام	انصار کی مؤاخات و دعوتیں	مہمان نوازی و اطعام
انسانی آزادی و وقار	غلاموں کی آزادی پر خرچ	قرض معافی و آزادی

صحابیات کے انفاق و رفاہ کے کارنامے

صحابیات کا کردار اس میدان میں صحابہ سے پیچھے نہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پورا کاروباری سرمایہ آغاز اسلام میں دین کی خدمت میں لگا، اور اہل علم نے ان کے اس انفاق کو اسلام کی ابتدائی بقا کا بڑا سہارا قرار دیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت مشہور ہے؛ بڑی رقوم آتے ہی تقسیم کر دیتیں اور خود سادہ زندگی بسر کرتیں۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین کا لقب بھی خدمت و ایثار ہی کی یادگار ہے۔ مدینہ کی عام صحابیات زیور تک راہ خدا میں دے دیتی تھیں؛ عید کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی ترغیب پر خواتین نے اپنے زیورات بلال رضی اللہ عنہ کی چادر میں ڈالے، جس کا ذکر صحیح بخاری و مسلم میں آتا ہے۔ اس کے علاوہ بیماروں کی تیار داری، مجاہدین کے لیے کھانے کی تیاری، زخمیوں کی مرہم پٹی اور پانی پلانا صحابیات کی مستقل رفاہی خدمات تھیں، جن میں سیدہ رفیدہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ بطور ابتدائی طبی مرکز تاریخ میں خاص مقام رکھتا ہے۔

رفاہی کارناموں کے سماجی اثرات

ان کارناموں کے اثرات مدینہ کے معاشرے پر گہرے پڑے۔ اولاً غربت کی وہ شدت ختم ہوئی جو مہاجرین کی آمد سے پیدا ہوئی تھی؛ مؤاخات و انفاق نے چند ماہ میں انہیں خود کفیل بنا دیا۔ ثانیاً وقف کا ادارہ وجود میں آیا جو بعد میں صدیوں تک مساجد، مدارس، اسپتالوں اور سرائیوں کی مالی بنیاد بنا رہا۔ ثالثاً سماجی برابری کا مزاج پروان چڑھا، کیونکہ مال دار کا مال ضرورت مند کے لیے امانت سمجھا جانے لگا۔ رابعاً ریاستی سطح پر بھی یہی روح منتقل ہوئی؛ خلافتِ راشدہ میں بیت المال، وظائف، یتامیٰ و بیواؤں کی کفالت اور عام فلاح کے کام اسی تربیت کا تسلسل تھے۔ ان اثرات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ انفاق محض انفرادی نیکی نہیں بلکہ ایک مکمل سماجی نظام کی روح ہے۔

نتیجہ

وضاحت کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ و صحابیات کے انفاق نے اسلام کے رفاہی تصور کو عملی تاریخ بنا دیا: امیروں نے مال دیا، غریبوں نے محنت دی، خواتین نے زیور و خدمت دی، اور سب نے اخلاص دیا۔ تبوک کی تیاری، بئر رومہ کا وقف، باغِ بیرحاء کا عطیہ اور مؤاخات کا نظام آج بھی ہر فلاحی کام کے لیے رہنما اصول پیش کرتے ہیں کہ دینے والا خود کو مالک نہیں امین سمجھے، ضرورت مند کی عزتِ نفس محفوظ رہے، اور انفاق دکھاوے کے بغیر اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ یہی وہ روح ہے جو کسی بھی معاشرے کو غربت و محرومی سے نکالنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔